الفاظِ طلاق سے متعلقہ اُصولوں کی تفہیم وتشریح

(ساتویں قسط)

مفتی شعیب عالم

دسواں فائدہ

صریح کے بعد کنایہ کا استعمال

صریح طلاق کے ساتھ اگر شوہر کنایہ الفاظ بھی استعمال کرے تو اس کا کیا حکم ہے؟ مثلاً: یوں کہے: ''تجھے طلاق ہے، جہاں چاہو نکاح کرلو''۔ اس مسئلے کی چند صورتیں ہیں:

۱:..... کنایہ الفاظ سے شوہر کی نیت ایک الگ اور مستقل طلاق دینے کی ہو۔ اس صورت میں دو بائن طلاقیں واقع ہوں گی، دو طلاقوں کا ہونا تو واضح ہے اور دونوں بائن اس لیے ہیں کہ بائن نے رجعی کو بھی بائن بنا دیا ہے۔

۲:..... کنایہ الفاظ شوہر نے اپنی نیت اور منشا کی وضاحت کے لیے استعمال کیے ہوں۔ اس صورت میں ایک طلاق بائن واقع ہوگی، کیونکہ شوہر نے خود ہی بیان دے دیا ہے اور اپنے منشا کی خود ہی وضاحت کردی ہے کہ صریح سے اس کی مراد ایسی طلاق ہے جس سے بیوی نکاح سے نکل جائے۔

۳:..... شوہر کی کچھ نیت نہ ہو۔ اس صورت میں ایک رائے یہ ہے کہ دو طلاقِ بائن واقع ہوں گی، جس کی وجہ یہ ہے کہ صریح کے استعمال سے مذاکرۂ طلاق کی صورت پیدا ہوگئی، اس لیے کنایہ میں بھی نیت کی ضرورت نہ رہی اور اس سے بھی بلا نیت طلاق واقع ہوگئی۔ ایک دوسرا موقف یہ ہے کہ کنایہ الفاظ لغو اور بے کار جائیں گے اور صرف ایک طلاق رجعی واقع ہوگی۔

ہمارے معاشرے میں جب لوگ اس طرح کا جملہ استعمال کرتے ہیں تو مقصد ایک نئی طلاق دینا نہیں ہوتا، کیونکہ بہت سارے لوگوں کو تو کنایہ سے طلاق کے وقوع کا علم ہی نہیں ہوتا اور جو لوگ شعور اور واقفیت رکھتے ہیں، وہ بھی بس چند معروف اور گنے چنے کنایہ الفاظ کو طلاق کے الفاظ سمجھتے ہیں، جیسے: حرام اور آزاد وغیرہ۔ اس بنا پر راجح یہی معلوم ہوتا ہے کہ شوہر نے بہ طور تفسیر اور وضاحت کے ایسے الفاظ استعمال کیے ہیں۔ [1]

گیارہواں فائدہ

تاکید کا بیان

کلام میں زور پیدا کرنے اور جان ڈالنے کے لیے تاکید استعمال کی جاتی ہے، جس سے کلام پُرزور اور جان دار ہوجاتا ہے۔ ہر زبان میں اس کے طریقے اور الفاظ مختلف ہوتے ہیں۔ اردو زبان میں ''ضرور بالضرور، سب کے سب، اصلاً، مطلقاً، سرتاپا، خود بخود، آپ ہی آپ'' وغیرہ الفاظ تاکید کے لیے آتے ہیں۔ ضمیر کی تاکید مقصود ہو تو ''آپ'' اور ''خود'' کے الفاظ استعمال کیے جاتے ہیں۔

تاکید کی ایک دوسری قسم بھی ہے، جو لفظ یا جملے کو بار بار دہرانے سے حاصل ہوتی ہے۔ ہمارا مقصود یہی دوسری قسم ہے، جو لفظ یا جملے کے تکرار سے آتی ہے۔ اس قسم کی تاکید کی مثالیں درج ذیل ہیں:

تکرارِ لفظ کی مثال، جیسے: ''چور چور، سانپ سانپ، دیکھو دیکھو، چپکے چپکے، آہستہ آہستہ۔''

تکرارِ جملہ کی مثال:

برائی میں ہماری وہ اگر اپنا بھلا سمجھے
برا سمجھے برا سمجھے برا سمجھے برا سمجھے

تاکید کی یہ قسم چند احکامات رکھتی ہے:

۱:.....لفظ یا جملے میں تاکید اور تاسیس دونوں کا احتمال ہو اور کسی ایک احتمال کو دوسرے پر ترجیح حاصل نہ ہو تو اُسے تاسیس پر حمل کیا جائے گا۔

اصولیین لکھتے ہیں: ''التأسیس خیر من التأکید''۔ (۲) ''تاسیس بہ نسبت تاکید کے بہتر ہے۔''

مقصد یہ ہے کہ کلام سے نیا مطلب لینا پرانے مطلب کے مقابلے میں زیادہ بہتر ہے، چنانچہ فقہا کہتے ہیں کہ اگر لفظ میں تاسیس اور تاکید دونوں کا احتمال ہو تو اُسے تاسیس پر حمل کرنا زیادہ اچھا ہے، اسی بنا پر اگر ایک شخص نے بیوی سے کہا ''أنت طالق طالق طالق'' تو تین طلاقیں واقع ہوں گی۔ (۳)

۱:.....اس قسم کے الفاظ یا جملوں میں اگر شوہر اقرار کرتا ہے کہ اس نے تکرار سے اتنی ہی طلاقیں مراد لی ہیں جتنی مرتبہ اس نے طلاق کا لفظ دہرایا ہے تو اس کے اقرار کے مطابق طلاقیں واقع ہوں گی۔

۲:.....اگر خاوند کہے کہ اس نے ایک طلاق کی نیت کی تھی اور محض کلام کو پُرزور بنانے کے لیے بار بار لفظ طلاق دہرایا ہے تو چونکہ کلام میں اس کا احتمال ہے اور ایک سے زائد احتمالات ہونے کی صورت میں شریعت متکلم کی نیت کا اعتبار کرتی ہے، جیسا کہ کنایات میں ہوتا ہے، اس لیے شوہر کا قول معتبر ہوگا اور دیانۃً ایک ہی طلاق واقع ہوگی، مگر ظاہر کا اعتبار کرتے ہوئے قاضی اس کی تصدیق نہیں کرے گا۔ (۴)

۳:.....شوہر کچھ نیت نہیں بیان کرتا ہے اور عرف سے بھی کسی ایک معنی کی تعیین نہیں ہوتی ہے تو تکرار کو تاسیس پر حمل کیا جائے گا، کیوں کہ اصل عدمِ تاکید ہے۔

۴:.....اگر شوہر کی کچھ نیت نہ تھی اور عرف میں ایسے موقع پر تاکیداً الفاظ دہرانے کا رواج ہے تو عرف کی رعایت سے ایک طلاق کے وقوع کا فتویٰ دیا جائے گا، کیوں کہ کلام کا مفہوم متعین کرتے وقت عرف کی رعایت ضروری ہے۔ اس صورت میں مذکورہ قاعدے کی مخالفت بھی نہیں ہے، کیوں کہ وہ تاسیس کو بہتر قرار دیتا ہے، ضروری نہیں۔ علاوہ ازیں عام حالات میں حکم وہی ہے جو اس قاعدے میں بیان ہوا ہے، مگر جب تاسیس کے خلاف کوئی منفی قرینہ قائم ہو اور تاکید کی تائید کرتا ہو تو کلام کو تاکید پر ہی حمل کیا جائے گا۔

۵:.....اگر عرف میں لفظ کے تکرار سے تاکید مقصود نہ ہو، بلکہ مستقل طلاق دینا معروف ومروج ہو تو ہر لفظ کو نئی طلاق پر حمل کیا جائے گا۔ (۵)

بارہواں فائدہ

قرینہ کا بیان

شوہر اپنی زوجہ سے کہتا ہے: ''تجھے طلاق ہے، تجھ سے کوئی تعلق نہیں''۔

دو بائن طلاقیں واقع ہوگئیں، دو تو اس لیے کہ پہلا جملہ صریح ہونے کی بنا پر نیت کا محتاج نہیں، اس لیے اسے طلاق واقع ہونے میں کلام نہیں اور اسی جملے سے مذاکرۂ طلاق بھی ثابت ہوگیا (۶) جس سے دوسرا جملہ بھی طلاق کا ہوگیا اور اس میں نیت دریافت کرنے کی ضرورت بھی نہ رہی، کیوں کہ حالتِ مذاکرہ میں صرف اس جملے میں نیت دیکھتے ہیں جو انکار کا معنی رکھتا ہو، ''تجھ سے کوئی تعلق نہیں'' میں یہ معنی نہیں پایا جاتا۔ دونوں طلاقیں بائن اس لیے ہیں کہ رجعی اور بائن جب جمع ہوتی ہیں تو وہ بائن ہوتی ہیں یا یوں کہیے کہ بائن، رجعی کو بھی بائن بنا دیتی ہے، چاہے بائن پہلے ہو یا بعد میں۔ (۷)

اب ذرا ان جملوں کی ترتیب پلٹ دیں: ''تجھ سے کوئی تعلق نہیں، تجھے طلاق ہے''۔

دوسرے جملے سے ایک طلاق رجعی ہوگی، جب کہ پہلے جملے سے طلاق کا وقوع شوہر کی نیت پر موقوف ہے۔ وجہ فرق یہ ہے کہ پہلی صورت میں قرینہ (تجھے طلاق ہے) مقدم ہے، جس سے واضح ہے کہ دوسرے جملے سے بھی شوہر کی مراد طلاق ہے، جب کہ دوسری صورت میں قرینہ (تجھے طلاق ہے) مؤخر ہے، اس لیے اس کا اعتبار نہیں۔ اصول یہ نکلا کہ ''کنایات میں قرینے کا مقدم ہونا ضروری ہے''۔ (۸)

دوسری وجہ یہ ہے کہ ''تجھ سے کوئی تعلق نہیں'' کنایہ ہے، صریح نہیں ہے اور کنایات سے مذاکرۂ طلاق ثابت نہیں ہوتا ہے۔

اب ذرا ان دو جملوں پر غور کیجیے: ''تجھے طلاق ہے، میرے پاس سے چلی جا''۔

پہلے جملے سے ایک طلاق رجعی واقع ہوگی اور دوسرا جملہ خاوند کی نیت پر موقوف ہوگا، یہاں اگرچہ قرینہ مقدم ہے اور اس سے مذاکرۂ طلاق ثابت ہوجاتا ہے، مگر دوسرا جملہ کنایات کی وہ

قسم ہے جو مذاکرۂ طلاق میں بھی نیت کا محتاج ہوتا ہے۔ فائدہ یہ معلوم ہوا کہ ''جو کنایہ بہرصورت نیت کا محتاج ہو، اس میں قرینے سے بھی شوہر کی نیت ثابت نہیں کی جا سکتی۔''

تیرھواں فائدہ

افعال کا حکم

فعل مضارع موجودہ اور آئندہ دونوں زمانوں پر دلالت کرتا ہے، کبھی مضارع خالص حال کے معنی میں ہوتا ہے اور گا ہے خالص استقبال کا معنی دیتا ہے۔

فعل مستقبل سے آئندہ زمانہ مفہوم ہوتا ہے۔ اس مقصد کے لیے مضارع پر ''گا'' کا اضافہ کر دیتے ہیں جیسے ''طلاق دے دوں گا''۔ کبھی ''گا'' علامت مستقبل کو حذف بھی کرتے ہیں، جیسے: ''طلاق دی ہے، نہ دوں'' یعنی نہ دوں گا۔

فعل حال میں گزرتا ہوا زمانہ پایا جاتا ہے، جیسے ''طلاق دیتا ہوں''۔ یہ فعل کبھی مستقبل کا کام دیتا ہے، جیسے: ''خالد! حامد سے کہو ہم ابھی آتے ہیں۔'' فعل حال کو ماضی کے معنی میں بھی استعمال کرتے ہیں، جیسے: ''سیانے کہتے ہیں''، ''شیخ سعدی فرماتے ہیں''۔ فعل حال ایک اور طریقے سے بھی بناتے ہیں۔ مصدر سے علامت مصدر ''نا'' حذف کرنے کے بعد اس کے ساتھ ''رہا ہوں، رہے ہیں'' وغیرہ کا اضافہ کر دیتے ہیں، جیسے ''طلاق دے رہا ہوں'' ائمہ فن نے اسے حال استمراری یا حال ناتمام لکھا ہے۔ استمراری کا مطلب جس میں فعل کی تکرار سمجھی جائے، اور جس سے فعل کا پورا ہونا نہ سمجھا جائے اُسے حال ناتمام کہتے ہیں۔

فعلِ مستقبل سے طلاق نہیں ہوتی، بلکہ اسے وعدہ یا دھمکی سمجھا جاتا ہے، جیسے: ''طلاق دوں گا یا دے دوں گا''، جب شوہر اپنی دھمکی پر عمل کرتے ہوئے طلاق دے دے گا تو واقع ہو جائے گی۔

فعلِ حال سے طلاق ہو جاتی ہے، مگر شرط یہ ہے کہ مستقبل کے معنی میں نہ ہو، جیسے: ''طلاق دیتا ہوں۔'' کبھی محاورے کے الفاظ زمانہ حال کے ہوتے ہیں، مگر مراد مستقبل ہوتا ہے اور کبھی کوئی لفظی یا معنوی قرینہ ایسا قائم ہوتا ہے جو مستقبل پر دلالت کرتا ہے، جیسے: ''بس آ رہا ہوں'' حال کا صیغہ ہے، مگر مستقبل کے معنی میں ہے یا کسی سے کہو کہ ''آؤ'' تو جواب میں کہتا ہے کہ ''آ رہا ہوں، آ رہا ہوں'' حالانکہ آنے کی تیاری یا اس کی یقین دہانی کراتا ہے۔ پہلی مثال میں لفظِ ''بس'' اور متکلم کی حالت اور دوسری مثال میں ''تکرارِ جملہ'' لفظی قرینہ ہے، جو حال کو مستقبل کے معنی میں کر رہا ہے۔

مضارع میں حال اور استقبال دونوں زمانے پائے جاتے ہیں، اس لیے طلاق کے وقوع کے لیے شرط یہ ہے کہ اس کا غالب استعمال زمانہ حال میں ہوتا ہو:

''صیغة المضارع لا یقع بها الطلاق إلا إذا غلب فی الحال کما صرح به

الکمال ابن الهمام‘‘۔ (۹)

ترجمہ: ’’مضارع کے صیغے سے طلاق واقع نہیں ہوتی، مگر یہ کہ اس کا غالب استعمال زمانہ حال میں ہو، جیسا کہ شیخ کمال ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی صراحت کی ہے۔‘‘

’’لأن المضارع حقيقة في الحال مجاز في الاستقبال‘‘۔ (۱۰)

ترجمہ: ’’مضارع زمانہ حال میں حقیقت ہے اور مستقبل میں مجاز ہے۔‘‘

’’وأنا أطلق نفسي لم يقع لأنه وعد‘‘۔ (۱۱)

ترجمہ: ’’میں اپنے آپ کو طلاق دیتی ہوں‘‘ کہنے سے طلاق نہیں ہوئی، کیوں کہ یہ وعدہ ہے۔‘‘

اس تفصیل سے دو باتوں کی طرف توجہ دلانی مقصود ہے: ایک یہ کہ افعال کے مختلف استعمالات پیش نظر رہنے چاہئیں اور دوسرے یہ کہ فعل کے ساتھ موجود لفظی اور معنوی قرائن نظر انداز نہیں کرنے چاہئیں، کیونکہ قرائن لفظ کا مفہوم کچھ سے کچھ کر دیتے ہیں۔

حواشی

۱:......وفي الفتاوى لو قال لامرأته أنت طالق ثم قال للناس زن بر من حرام ست وعنى به الأول أو لا نية له فقد جعل الرجعي بائنا وإن عنى به الابتداء فهي طالق آخر بائن۔ (خلاصة الفتاوی، ج:۲، ص:۸۶) ملاحظہ کیجیے: فقہ اسلامی، ڈاکٹر مفتی عبدالواحد، طبع: مجلس نشریات اسلام۔

۲:...... الأشباه والنظائر، الفن الثاني، تحت القاعدة: إعمال الكلام أولىٰ من إهماله، ص:۱۴۷، ط: قديمي۔

۳:......’’التأسيس خير من التأكيد‘‘ فإذا دار اللفظ بينهما تعين الحمل على التأسيس فلذا قال أصحابنا: لو قال لزوجته أنت طالق طالق طالق ثلاثا، فإن قال أردت بها التاكيد صدق ديانة لا قضاء، ذكره الزيلعي في الكنايات۔ (الأشباه والنظائر، ۱۴۷، ط: المكتبة الحبيبية كوئٹه. العقود الدرية في تنقيح الفتاوى الحامدية، ج:۱، ص:۳۷، ط: المكتبة الحقانية، پشاور)

۴:...... ’’رجل قال لامرأته: أنت طالق، أنت طالق، أنت طالق، فقال عنيت بالأولى الطلاق، وبالثانية والثالثة إفهامها، صدق ديانة وفي القضاء طلقت ثلاثا‘‘۔ (الفتاوىٰ الهندية، كتاب الطلاق، الفصل الاول في الطلاق الصريح، ۱/۳۵۵، ط: رشيدية)

۵:......كرر لفظ الطلاق وقع الكل وإن نوىٰ التاكيد دين، أي ووقع الكل في القضاء، و كذا إذا طلق اشباه: أي بأن لم ينو استئنافا ولا تأكيدا لأن الأصل عدم التأكيد (الدر المختار مع ردالمحتار، كتاب الطلاق، قبل الكنايات، ۳/۲۹۳، ط: سعيد)

۶:......فتفسر المذاكرة بسؤال الطلاق أو تقديم الإيقاع۔ (ردالمحتار، كتاب الطلاق، باب الكنايات، ج:۳، ص:۲۹۷، ط: سعيد)

۷:......و إذا لحق الصريح البائن كان بائنا لأن البينونة السابقة عليه تمنع الرجعة كما في الخلاصة۔ (رد المحتار، كتاب الطلاق، باب الكنايات، مطلب الصريح يلحق الصريح والبائن، ۳/۳۰۶، ط: سعيد)

۸:......والقرينة لا بد أن تتقدم كما يعلم مما مر في اعتدى ثلاثًا۔ (رد المحتار على الدر المختار، ۳/۳۱۴، ط: سعيد)

۹:......تنقيح الفتاوى الحامدية، ج:۱، ص:۳۸، ط: رشيدية۔

۱۰:......ردالمحتار، كتاب الطلاق، باب تفويض الطلاق، ج:۳، ص:۳۱۹، ط: سعيد۔

۱۱:......الدر المختار، كتاب الطلاق، باب تفويض الطلاق، ج:۲، ص:۶۵۷، ط: سعيد۔

’’وكذا المضارع إذا غلب في الحال مثل: أطلقك كما في البحر‘‘۔ (رد المحتار، كتاب الطلاق، باب الصريح، ج:۳، ص:۲۴۸، ط: سعيد)

(جاری ہے)